جلد ۱۳ — نمبر ۳

مضامین غیر

بابت ۲۱ جنوری ۱۹۲۸ء

رباعیات بسنت

آیا مجھے یاد ساقیا مست کے بسنت — کچھ مجھکو خبر ہے آگیا دیکھ بسنت
بھر لا اک جام زعفرانی مے کا — ہو جائے کلفت طبیعت کا انت

ہے تجھ کو خبر بسنت آیا سر پر؟ — سارنگی والے گا رہے ہیں در پر
عرصہ سے محتسب مری تاک میں ہے — بھروا دے شراب زعفرانی گھر پر

بس کر پی کر کھلے ہے دل کی کلی — بڑھ جائے خون جسم دس پانچ پلی
ہاں آج تو دل کھول کے پلوا ساقی — سبزا اور محتسب میں ہے خوب جلی

یہ لطف بہار حیف خالی جائے — مستی بادہ میں یوں ہی ٹالی جائے
دختِ رز کا نہ پوچھا چھوڑے گا زہد — جب تک نہ یہ خوب دیکھی بھالی جائے

ساقی پلوا دے آج ہے لطف بہار — ہے جوش نمو ہر اک شگوفہ پہ سوار
آتے ہیں گل پیادہ بھی زوروں میں — توڑیں گے عالم خزاں کا پندار

گلشن میں ہر اک سمت ہے گیندا پھولا — گل کی ہے عندلیب الفت بھولا
زردی پہ بسنت کے زر گل ہے نثار — باندھے ہیں جانان چمن رنگ گولا

یوں دیکھ کے ہوگی کر کری جاتی ہے — پتے ہیں کہ خزاں گری جاتی ہے
پھرتے ہیں اینڈتے جوانان چمن — گلشن میں ہر اک کی مت پھری جاتی ہے

"ندیم"

منطق آبا بیگم
بنام گورنر بنگال

لاٹ صاحب! اخباری کالموں میں ایک چٹھی چھپی ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ تمہارے دفتر سے اسی طرح نکلی ہے جس طرح امّی کی بجٹ سے پتنگ۔ اپنے دیوتاؤں کی قسم مجھے ہرگز یقین نہیں ہے کہ تمہارا سا قابل لائق ذو سوں گھبیا

دستوں چراغ منطق سے بالکل بے بہرہ ہوگا۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی دشمنوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ حکومت کو بدنام کرنے کا یہ بھی ایک ڈھنگ ہے۔

بیٹی میرا خیال ٹھیک ہو تو تمہیں بڑوں کی جان کی قسم کوئی دوا بتاؤ نہ کرو اور جھوٹ سے انکار کرو کہ خاکم بدہن اس کارروائی سے واقف نہیں پھر میں ان سرے اخباروں سے کہ ان کی خبریں نے یہ طوفان اٹھایا۔

اس چٹھی میں دو تین باتیں نہیں بلکہ سب باتیں ایسی ہیں جنہیں دیکھ کے خواہ مخواہ بدگمانی ہوتی ہے:

(۱) جو سرکاری ملازمین شاہی کمیشن کے سامنے شہادت دینے کے لیے پیش کیے جائیں ان کو بطور رہنمائی چند ہدایات دینی چاہییں۔

میں پوچھتی ہوں آخر کیوں؟ کیا وہ تمہارے ننھے بھولے نادان بچے ہیں یا ہر ایک سرکاری ملازم کو اختیار ہے کہ ماں نہ ماں میں تیرا مہمان جب جی چاہے بیچ میں پھاند پڑے اور کہے کہ ہم حاضر ہیں ہماری گواہی لے لو۔

کوئی وکیل بھی گواہ کو یوں الم نشرح نہیں سکھاتا پڑھاتا وہ جرح کے سوال گواہ سے اکیلے میں بیٹھ کے کرتا ہے اور جو بات مقدمہ کے خلاف ہوتی ہے اس پر ڈانٹتا ڈپٹتا ہے "ابے کیا جھک مارتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ تو مقدمہ ہروائے گا"

پولیس بھی زنا بالجبر کے مقدمہ میں گواہ کو کسی اندھیری کوٹھری کے اندر بٹھا کے سکھاتی ہے:-

"سنا! اگر تو نے یہ کہا کہ ہم نے ملزم کو ارہر کے کھیت میں دیکھا تھا۔ لنگی کی گرہ کھلی ہوئی تھی۔ جیسے ہی ملزم نے ہمیں دیکھا لانگ باندھتا ہوا بھاگا تو پھر یہ منڈا ہے اور تیرا سر۔ کہاں جائے گا۔ دو برس کو دروازہ گھیرے بھروا دیں گے"

لاٹ صاحب! دیکھو تم شریف آدمی ہو ولایت کے پڑھے ہوئے۔ یہاں کے وکیل یا پولیس والے بیچارے کالے کلوٹے نہ ان میں عقل نہ شعور لیکن حقیقت میں یہ پروانہ تمہاری جانگر (علم) میں بیچا گیا تو بعض میں یہی کہوں گی کہ فرق ہے تو یہاں سے کالے کلوٹے زیادہ ہوشیار ہیں جنہیں گواہ کو سکھاتے پڑھاتے کوئی نہیں دیکھتا۔

سرکاری نوکر چاکر اپنے گلے — بندہ وں نہیں پھرتے کہ ذہنی مرضی سے گواہی میں نام لکھوا لیں۔ یہ کام تمہارا ہے کہ تم بھی پوچھے پیچھے آنکھوں دیکھے نو کیسے گواہ چن کے مقرر کرو۔ شاہی کمیشن ہے کوئی گلی کوچہ کا کمیشن نہیں ہے۔ ایسے گواہ بھی شاہ پسند ضرور ہی ہونگے۔ فقیر تمہاری تنخواہ خوار تو ہونگے نہیں۔

(۲) ایسے مواقع جن میں حکومت اپنے ملازمین کو شاہی کمیشن کے سامنے شہادت دینے کے لیے پیش کر سکتی ہے بہت کم آتے ہیں اور وہ امین جو شہادت دی جاتی ہے وہ قانون شہادت کے ماتحت ہونی چاہیے۔ (یعنی دفعہ ۔۔ قانون ملازمین سرکار کے مطابق)

یہ سچ ہے۔ مگر مثل مشہور ہے "بجلی کے بچے کو ہر بانس سے سکھا یا جاتا ہے" کمیشن کے سامنے گواہی دینے کے موقع کبھی کبھار آتے ہیں پھر بھی صاحب...

گواہی دینے کی گھاتیں بھی طرح معلوم ہیں رضائے دنیا میں نہ بھی ہوتی تو یہ ۔۔ وہ ہیں چہ شک ، یہی کہتے ۔ نوکری ایسی مول چیز کہیں ان سستے داموں بھی دی جاتی ہے ؟ میرا اتنا ہی آیا بوڑھی ہوگئی ۔ نہ منہ میں آنت ہے نہ پیٹ میں دانت ۔ کبھی ہی نے کسی سرکاری ملازم کو سرکار کے خلاف زبان کھولتے نہیں دیکھا ۔ پھر یہ تو اپنا ہی محکمہ ہے جسکے بارے میں گواہی دینی ہوگی ۔ ایسا بے وقوف کون ہوگا کہ جس ہانڈی سے پیٹ بھرے اسی میں چھید کرے ۔ زیادہ برین نیست تقاضا ہوگا کہ تنخواہ بڑھا دو ۔ اتنی تھوڑی سی آمدنی میں گزر نہیں ہوتی " تو یہ معمولی بات ہے ۔ افلاس ظاہر کرنے سے کبھی حکومت ہیٹی نہیں ہوتی بلکہ اوروں اپنا سنگھوا با ظاہر ہوتا ہے سب یہی کہتے ہیں کہ صاحب حکومت بڑی کفایت شعار ہے بس بلکہ کنجوس بھی ہے ۔ اسکے علاوہ کچھی برائی کوئی آپ نہیں کرتا ۔ رہا کمیشن کا معاملہ تو اب نہ کبھی بھوت نہ کمیشن بیٹھے گا کبھی کبھار کے دن جیے ۔

اب تو کمیشن ہی ہر بیماری کا علاج ہے ۔

(۲) آئندہ طلاق میں سرکاری کمیشنوں کے سامنے شہادت دینے کی حالت میں حکومت کی پالیسی اسکے لیے اور طریقون پر ہر قسم کی نکتہ چینی سے احتراز کرنا ہوگا ۔ ان کو نہ محکمے کے افسروں سے کوئی بیر نہ دوسرے جو خود ان کے محکمے سے متعلق ۔ کیا سکتی ہیں کسی دوسرے محکمے پر کسی محکمے کا افسر نکتہ چینی نہیں کر سکتا ۔

صاحب ۔ تو صاف صاف ہی کیوں نہیں کہتے کہ

زمین پر رہو نہ آسمان پر نہ جنوب میں جاؤ نہ شمال میں نہ مغرب کی طرف رخ کرو نہ مشرق کی جانب ۔ نہ کھڑے ہو نہ بیٹھو نہ لیٹو نہ اٹھو ۔ نہ بولو نہ دم بخود رہو ۔ زبان نہ ہلے اور شہادت دیے جاؤ ۔ حکومت کی پالیسی پر نکتہ چینی اور سرکاری چاکر سرکاری نمک خوار ؟ جس بیچارہ کی حالت پکار پکار کے کہہ رہی ہے ؎

مژگان بر وکشش بر سر بزان
بھلا آنکھ کی برائی بھون کے سامنے کس طرح ممکن ہے ؟

اور سچ تو یہ ہے کہ سرکار کرتی ہی کیا ہے جس پر کوئی نکتہ چینی کی جرأت کرے ۔ ہر محکمہ خدا کے فضل سے معصوموں کے ہاتھ میں ہے ۔ ان پاک فرشتوں کی برائی میں زبان کھول سکے اتنی طاقت نہیں تو طاقت بگاڑنے والا پاگل ہے کے قابل ہے کسی عہدے کی مسند ایسے لائق نہیں ۔ میں کسی عمران لاٹ صاحب ! تم نے کس سے سلطنت پڑھی ہے ۔ واسطے ہے ؛ عزالنفس سے بھی گورے ہیں ہر محکمہ میں اثر رنگے رشوت نہیں

" حق دینے کا دستور ہے ۔ قانون جہاں کنز من کے خلاف ہے وہاں اس حق پر بھی سزا کی دھمکی دیتا ہے پھر بھی یہ حق نگوڑا جاری ہے اور اس وجہ سے جاری ہے کہ اسکی بندا بندی پر کسی کی بلا کو غرض ہے جو توجہ کرے ۔ حکومت کا اس میں کیا بگڑتا ہے ۔ بھلا خیال تو کرو اپنا عیب کس کا تھا اور پھر بادپرس کی آفت مول لینا دل کب گوارا کرے گا ۔ اللہ سلامت رکھے اس پالیسی کو جو موزیون کو الگ کھلاتی ہے نکتہ چینی کیسی دعائیں منہ سے نکلیں گی ۔

فرض کرو پولیس کا محکمہ ہے ۔ کیا تمہیں خیال تھا کہ اس محکمہ کا گواہ کمیشن کے سامنے اپنے تفتیش کی مذمت کریگا ؟ اے ہوش کی دوا کرو ۔ یہاں تفتیش کا چلتا ہوا طریقہ یہ ہے کہ سر راہ دن چڑھی ہی تو چھٹے پھر جگہ تمام راہ چلتوں کو پکڑ کے بٹھا لیا ۔ کسی کو جوتا دیا کسی کو گالی دی جو باقی بے وارث ہوا اسکے منہ پر گو کا توبڑا چڑھا دیا اور نکال دیا ۔ غرض جو قسمت اس لوٹ جس کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی اسے مل گئی ۔ میں نہیں کہتی کہ یہ عام دستور ہے عام دستور ہوتا تو خلقت جیتی ہی کیوں مگر یہ ہوتا ہے اور دو دیکھی سنی باتیں ہیں جو میں بیان کر رہی ہوں قانون کی کتاب میں ایسی بیہودگیوں کی ممانعت ابھی ہے اور کاغذ میں اسکی سزا بھی مقرر ہے لیکن جب کبھی کوئی بیچارہ ایسی تفتیش کی خوشی یعنی خاطر داری پر مرگیا اپنے دم سے مر گیا تو کارکن صاحب کی خاصی خبر بھی لی گئی ۔ اگر یہ خاطر داری سننے میں



" اونہہ ۔ بہت ڈرا دھمکا چکا اب نکل یہاں سے ۔ جو یونہی ڈرتے رہتے تو آج تک نیند کیوں آتی ۔
یہ خواب عین بیداری ہے "

یہاں آتا ہے۔ غرض یہی طرز اکثر کامیاب ہوتا ہے لیکن جب پولیس افسر صاحب مجسٹریٹ یا جج کے سامنے تشریف لیجاتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ مس [illegible] وقت میں حضور فدوی کو بڑی محنت اٹھانی پڑی تین مرتبہ خودکشی کے دریا میں غوطہ لگایا جب کہیں یہ کانٹا ہاتھ آیا۔ بجلیس ہو بے سا [illegible] لگایا۔ مردہ ہیں کے چتا پر لیٹا جلا پھکا راکھ لگا کے جانی گئی وہ بھٹی ہوئی۔ آپ [illegible] امرت دھارا تک پہنچی نیا جنم پا کر آیا ہوں اور اعانت جرم کے مجرموں کا پتا چلا۔ ان میں سے کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ کوئی مجرم بے گناہ نہیں ہے آئندہ عدالت کی اختیار ہے۔ عدالت ان مجرموں میں سے بعض کو بری بھی کرتی ہے پھر بھی پولیس سے کوئی پوچھ بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اپیل میں اکثر مجرم جنہیں بڑی بڑی سزائیں ماتحت کچہریوں میں دی جاتی ہیں صاف بری اور بے گناہ قرار دیے جاتے ہیں اور ماتحت حاکم سے کوئی یہ بھی نہیں پوچھتا کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں۔

میں کہتی ہوں کہ جب گھر میں آپس کا رکھ رکھاؤ ایسا ہو تو کمیشن کے سامنے جس میں بہت سے غیر آدمی ہوں گے اپنے محکمہ یا دوسرے محکمے کی مذمت زبان سے کیونکر نکلے گی۔ ان بھول چوک کی بات ہی دوسری ہے۔

آج اگر محکمے ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرتے اور اس نکتہ چینی کو غور کی نظر سے حکومت دیکھتی پھر جائزہ [illegible] دخل بھی دیتی تو ملک کے بھلے دن آجاتے اور مولانا پنچ حکومت کی غفلت پر یوں قہقہے نہ لگاتے۔ حکومت کے ساتھ عام رعایا کو محبت ہوتی۔ رونا تو اسی کا ہے۔ اور ایسی ہی باتیں [illegible] کا زہر [illegible] اچھال اچھال کے [illegible] حکومت کی طرف سے بھڑکاتے اور کامیاب ہوتے ہیں۔

سچ میں [illegible] کہتی ہوں کہ انگریزوں کی حکومت ایسی بری نہیں ہے سو [illegible] سے اچھی ہے مگر قانون ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جنہیں خلق اللہ

اور ملک سے غرض کی محبت ہے خاص محبت نہیں خالی تنخواہ حلال کرتے ہیں۔ ان میں ہاں ہے تم ہو ہاں ہے [illegible] لاٹ صاحب ہوں۔ نجدی صاحبہ صاف کہتی ہے کہ لاٹ ہارڈنگ کے سے نیک دل دانا خداترس [illegible] حاکم یہاں بھیجے جاتے تو حکومت اور رعیت کا میل جول بڑھتا یہ "پھوٹ ڈالو [illegible]" [illegible] معجزہ [illegible] انگریزی حکومت یہاں بھیجے گئے تو کون؟ میاں ریڈنگ! جن کو حاجتی چاروں میں یاد [illegible] دلوں میں عداوت کی آگ بھڑکانے کا اچھا سلیقہ ہو تو ہو باقی کی کرامات کی نجدی قائل نہیں۔ ایسے حاکم انگریزوں میں شیخ رد ہوتے ہیں اور رعایا میں قابل نفرت کے یار، چال باز، بے مروت غرض کے بندے مطلب کے میت کہے جاتے ہیں۔ جب تک یہاں رہتے ہیں ان کا دبدبا رہتا ہے ادھر نکالا ادھر وہ سب پوت وہ داغ دوزی وہ کچے دھاگے کی بخیہ وہ پرانے ٹھیکرے کی قلعی وہ [illegible] کی چمک غائب غلا ہو جاتی ہے۔ دیکھو لو انکے زمانہ میں جو چنگاری سلگی تھی آج تک بھیا اروں کے بجھائے نہیں بجھتی بیچارے جلسوں میں گڑگڑا رو رہے ہیں۔ ایک حاکم دوسرے حاکم کی مذمت دفعہ [illegible] (قانون ملازمت سرکاری) کی رو سے نہیں کر سکتا اس وجہ سے یہ نزلہ بھی غریب رعایا پر گرتا ہے۔

وہی مثل ہے ایک تھیں بی بھٹیاری انہیں بڑی بواسیر کی بیماری تھی بیچاری جب چکنی اٹھا کے چولہا پھونکتیں تو سانس کے ساتھ پیٹ کی ہوا بھی نکل جاتی لوگوں کے آوازوں توازوں کا علاج یہی تھا کہ اپنے چھوٹے بھٹیارے کو پاس بٹھا لیتیں۔ خطا کرتیں خود اور سزا دیتیں بچے کو ہائے گڑ مارے بے غیرت، ناک سڑادی یہ کہا اور معصوم کی چندیا پر دھول جڑ دی۔ اتفاق سے ایک دن کوئی میاں مسافر قریب بیٹھے ہوئے تھے وہ ساتھیں بھی بھٹیاری کی بیماری تھی۔ بواسیر کا یہ مجرب نسخہ جوان کے ہاتھ لگا تو بھٹیاری سے سٹرپٹاتے وقت انہوں نے بھی لونڈے کے سر [illegible]

لونڈا رونے لگا۔ اس وقت سے یہ مثل عام ہوئی۔ "[illegible] کوئی مارا جائے بھٹیاری والا" ایسے مجرب نسخوں سے انجان آدمی کے سامنے عیب ڈھک سکتی ہے مگر بیماری نہیں جاتی۔ ایک بنگال آرڈیننس ہی کی دھول کو لو۔ یہ دھول کئی بنگالیوں پر پڑی ہے۔ ریڈنگ کی عیب تو چھپا ہے مٹ گئی ہو مگر سازش کی بواسیر ابھی تک موجود ہے۔ دو چار دھولیں اور پڑیں تب بھی ان چالوں کے دیکھتے یقین نہیں آتا کہ بواسیر جائے۔ بوا بھٹیاری ایک چھوٹی سی سرائے کی رہنے والی۔ انکا کام ایک لونڈے سے نکل گیا اور مرض رفع ہوتی رہی۔ انگریزی حکومت بہت بڑی حکومت ہے سرا نہیں ہے تو اسے کتنے بھٹیاری والے (قانون [illegible]) شرشتہ کی رفع کرنے کے لیے رکھنے پڑیں گے؟ اور بھٹیاری کا مرض جب اس سے نہ گیا تو حکومت کا مرض کیا جائیگا ذری غور کرو۔

آئینی کمیشن کے بارے میں کوئی سرکلر جاری کرنے سے زیادہ بہتر ایسے لڑکوں کی تلاش ہے جو گواہی کے وقت نہ روئیں نہ یہی کہیں کہ قصور آنکا (اور حکومت کا ہے"

اب یہ اچھا ہوا کہ بقول اخباری کا مضمون کے [illegible] نے خاطر [illegible] اس مخفی چٹھیاں (سرکلر [illegible] جنوری) کی سن گن پا گیا اور حکومت کی [illegible] کمیشن کے سامنے سرکاری ملازموں کی جو گواہی ہونے والی ہے اس کی حقیقت اس سرکلر نے کھول دی۔ اب سرکاری ملازموں کا بیان بھروسے کے قابل نہیں رہا۔ کیا عجب ہے کہ یہ اخباری کاغذ بھی کمیشن کے سامنے رکھے جائیں۔ اور اسے بغیر کہے سنے ان گواہوں کا پورا پن معلوم ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بیانات ہی سرکلر کا بھانڈا پھوڑ دیں کیا ایسا ہوا نہیں؟

میر عبداللہ وزیر محمد شاہ شہنشاہ دہلی مرحوم کے بھائی اپنے وطن (بارہہ) سے آئے۔ بیچارے دیہاتی گنوار تھے بادشاہ نے بلوایا۔ میر عبداللہ تھے گنوار پن سے ڈرے مگر حکم حاکم مرگ مفاجات۔ انہوں نے کہا۔ دیکھیے بھائی صاحب بادشاہ کے سامنے ہماری [illegible] میں کے جائیے۔ محل میں ادھر ادھر نہ دیکھیے۔ سیدھے [illegible]

نہر کی اشرفیان پیش کیجیے۔ دو لین گے نہین میٹھی میٹھی نرم نرم باتین کیجیے۔ وہ تو گئے دربار۔ یہان بھائیون نے نوش فرمانے کی دیکھ بھال شروع کر دی کوئی پوشاک پسند آئی تو کسی دستار گرد سے قالین پر صاد کیا وہی اوڑھ کے چلے دربار۔ راستے مین نہر پڑتی تھی اب سیدھے کیونکر چلین نہر کی چوڑان بیچ مین حائل آخر قالین سمیت نہر پار کی۔ بادشاہ کے سامنے مغرق (نہین مستغرق) بھاری بوجھل پوشاک پہنے جا ڈٹے۔ خلیل اللہ نے آنکھ اٹھا کے دیکھا انھون نے اشرفیان پیش کین۔ حضور نے ہاتھ بڑھایا۔ یہ تعجب کے کہنے لگے "...... یہ لیتا ہے مین بھائی عبداللہ کو کیا واپس دون گا" شنشاہ نے پوچھا "سید صاحب مزاج تو اچھا ہے" کہنے لگے "جی روئی گرد" یعنی نرم اور میٹھا جواب۔

دیکھا آپ نے سکھائی پڑھائی بات آخر چھپ نہ سکی۔ یہ سرکلر حکومت شناس ملازمون کے واسطے بھی فضول ہے اور گنوار ملازمون کے واسطے بھی

(۴) کوئی مون کو غلط بیانی۔ غلط واقعات بیان کرنے یا کسی قانون کی صورت بگاڑ کے پیش کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسا نہو کہ بوکھلاہٹ مین کوئی ایسی بات منہ سے نکل جائے جس کا وہ جھوٹ ہو یا جس کی دلیلین بھس بھس ہو رہی ہون۔

الٰہی خیر۔ مین کہتی ہون یہ کیسا سرکلر ہے۔ اگر سرکاری نوکرون کی طرف سے تمھارے دل مین یہ اندیشے بگر کو مچائے ہوئے ہین تو لاٹ صاحب یہی کہہ دو کہ سرکاری نوکر کوئی آئینی کمیشن کے سامنے گواہی نہ دے۔ دے گا تو پھر مجھ سے بُرا کوئی نہین ہے ہان۔ پہلے تو جائز ناجائز سبھی جھوٹی ہر طرح کی نکتہ چینی کی منادی کر دی اب ایک بکھیڑا تھوپ کی۔ آخر اسکا نتیجہ کیا ہوگا یہی کہ ایک بھلا مانس بھی گواہی دینے نہ جائے گا۔

حکمون کی خرابیان صرف نوکرون اور محکمے والون ہی کو نہین معلوم ہین۔ باہر والے بھی خبر رکھتے ہین۔ تم کو معلوم نہوگا کہ گراموفون کی ایجاد سے سیکڑون برس پہلے ہندوستان مین ایک واقعہ ہو چکا ہے۔

ایک تھا راجہ اُسکے سر پر سینگ نکل آیا۔ اسکا دیا ہوا بیچارہ مدتون اپنے سینے مین اپنا بھید چھپائے اور دن رات پگڑی سر پر لپیٹے رہا کرتا رہا۔ بال بڑھے اور اتنے بڑھے کہ وبال ہو گئے۔ تھمو نائی خط بنانے کے چلا جاتا تھا۔ سر چھونے کی اُسکو بھی اجازت نہ تھی جوؤن کی افراط سے بیچین ہو کے راجہ نے میان تھمو کو رازدار بنایا اور تاکید کی کہ خبردار اس سینگ کی اطلاع کسی کو نہ دینا۔

نائی غریب کوئی عالی ظرف نہ تھا کہ راجاؤن کے راز کسبت (کسوۃ) مین رکھتا اُسکا ظرف تو بس اتنا ہی بڑا تھا جتنی بڑی بال جھکونے کی کٹوری ہوتی ہے۔ سینگ اور راجا کے سر کا سینگ پیٹ مین گر کسی سے کہتا ہے تو جان کی خیر نہین۔ چھپاتا ہے تو ہضم نہین ہوتا۔ ویرانہ مین ایک کنوان تھا میان تھمو کو جب رازداری کی تخمیر ہوتی تو اُس کنوین مین تھر تھمن لٹکا کے یون بوجھ ہلکا کرتے "راجا کے سر پر سینگ" اتفاق کی بات کہ کنوین کی جگت سے متصل "بیجا سار" کا ایک درخت اُگا۔ اسکی جڑین کنوین کے تہ تک ہو چکین۔ یہ آواز پانی کے ساتھ آواز پرورش درخت مین پیوست ہوتی رہی۔ گویے اور ڈھاڑی اس درخت پر عاشق ہوتے ہین۔ طبلے اور سارنگی کے واسطے اسکی لکڑی مخصوص ہے اور بہت قدر کے ساتھ مول لیجاتی ہے گویون نے اسی درخت سے ایک جوڑی طبلے سارنگی کی تیار کی اور مہاراجہ کے دربار مین مجرا کرنے لگے۔ رنڈی نے ناچ کا ٹھاٹھ باندھا۔ سارنگیے نے گز ٹھیک چکا کے زمٹا پھیرا۔ سارنگی نے کافی کی دھن مین آواز دی:۔

"راجہ کے سر پہ سینگ" آآآآ

"راجہ کے سر پہ سینگ"

پھیرا گُن گنایا:۔

"کن کن کہو۔ کن کن کہو"

طبلے نے بھانڈا پھوڑا:۔

"تھمو نائی نے کہا۔ تھمو نائی نے کہا"

شنا لاٹ صاحب! سینگ ساری دنیا مین نکل آیا یہ سینگ دستار اچکی مین لپٹا ہوا تھا۔ مگر سرکاری محکمون کے سر کا سینگ عام رعایا کے پیٹ مین گڑا رہتا ہے۔ کون ہے جسے اسکا علم نہو؟ اگر کمیشن کے سامنے مجرا ہو۔ اور بیجا سار کی سارنگی بول اٹھی:

"عدالت کی مرونہ ڈھنگ آآآ

نکلا ہے رشوت کا سینگ ارے ہرے

نکلا ہے رشوت کا سینگ ......"

اُس وقت جھیرا چاہے پوچھے یا نہ پوچھے "کن کن کہو کن کن کہو"

نقارہ علی ضرور بول اٹھے گا:

"ہم نے کہا۔ ہم نے کہا۔ ہم نے کہا"

چاہے سرکاری نوکر اپنے اور دوسرے محکمے کی تعریف مین قصیدے لکھ کے لیجائین یا نہ لیجائین نکتہ چینی چغل خوری سے بچین۔ یا نہ بچین۔

(۵) نہ یہی مناسب ہوگا کہ پبلک مین ایسے معاملات کے متعلق شکایتین کی جائین جن سے عہدہ برا ہونا حکومت یا اُس محکمہ کا فرض ہے"

کہنے سننے کا میدان وسیع ہے۔ اخبارون کا قدردان کی زبان ڈیڑھ ہاتھ کی ہے۔ تیغ بھی سوت (کانگریس) کی تلوار کو نہین لگی آجتک قینچی کی طرح چلتی ہے۔ کوئی محکمہ ان شکایتون کی پروا نہین کرتا تو آخر آئینی کمیشن سے ڈر کاہے کا؟ جسکے اختیار مین تو اتنا بھی نہین ہے کہ ایک افسر کو بھی برخاست کر سکے۔

اجی لاٹ صاحب تم اپنے دل مین کہو گے کہ بڑھیا چھاڑ کا کا شاہ ہو گئی سرکلر کے دامن مین جو ابھی تو پنڈ چھوڑنے کا نام نہین لیتی مگر مین ہون منطقی۔ منطق کے خلاف کوئی بات سن نہین سکتی۔ اپنے خدا کو مان کے اس موئے ناشدنی سرکلر کا حال کہہ ڈالو کہ سچ مچ تمھارے حکم سے جاری ہوا یا نہین اور ان جملون کا صحیح مطلب کیا ہے۔ فقط۔

راقمہ

خیر خواہ حکومت مغلق آرا

پنچ:۔ بیگم صاحب! آپ چاہتی ہین کہ "رشوت" یا "جنبہ داری" یا دوسرے قسم کی لیڑ دھونڈھون



انڈیا۔ "آہ - درد ہے - مدت سے بیمار ہون"

جان بل - "دیکھو - گھبراؤ نہین - نسخہ پہلے ہی سے لکھا ہوا رکھا ہے - مریض تم ہو - مگر درد کا اثر ہے ہم پر - پاس پڑوس کے لوگ نام رکھتے کہ علاج مین تک ودو نہین کی اسلیے کمیشن مقرر کر دیا ہے"

ڈاکٹر - "جملہ صفات ڈاکٹری کے مجھ مین موجود ہین - آ رے - بلے - آ رے - بلے"

حکومتوں میں نہ ہونے پائے تو پہلے اپنے ہم وطنوں کے دل سے انقلاب و ظلم قبول کرنے کی عادت نکالیے اور رشوت دے کے مطلب نکالنے کی خواہش دور کیجیے۔ " یہ حلال مشکلات ہے۔ سرمایہ داری کا غرور یا دولت کا بھوت اور خوشامد کی شیطانی نجات۔ طرز انصاف کی پیچ در پیچ بھول بھلیاں مفروضہ و معین قانون کے ڈھکنے کے نیچے انصاف کا بند ہونا۔ غرضکہ ہزاروں ان کمزنے میں جن کی جل پر رشوت کا پھریرا کو رہا ہے۔ حکومت قانون کی بدنامی سے ڈرتی ہے نا انصافی اور خدا سے نہیں ڈرتی۔ سرکار کسی منفعت کی تخصیص نہیں کرتا۔ اُسکی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے پہ ہری ہری دوب اُگی رہے اپنی کرامتی اپنے ہی حق میں بڑی ہونے پائے۔

ایک صاحب تھے وہ اس انکے یہاں کہیں سے پانچ لڈو آئے چاہتے تھے اکیلے کھائیں بڑا کا سامنے بیٹھا تھا اسکی للچائی ہوئی نظریں دیکھ کے شرمائے گریال سوجھ گئی کہنے لگے " رام دین یہ پانچ لڈو میں ایک تمہارا ہے دو تمہاری ماں اور گود کے بچیا کے ہیں ایک تمہاری بہن کا ہے ایک ہمارے لیے رکھ چھوڑنا اور ایک اپنے چچا کو دینا۔ بیانا اپنا حصہ لے کر کیونکر کوئی لڈو توڑنے نہ پائے " رام دین اتنا حساب جانتے تھے کہ پانچ لڈوؤں کے چھ حصے بغیر لڈو توڑے ممکن نہیں انھوں نے لڈو اٹھا کے اپنی ماں کے حوالے کیے اور کہہ دیا کہ بابو کے لیے رکھ چھوڑو۔ سرکار کا مطلب بھی یہی ہے کہ لڈو بابو کے واسطے محفوظ رہیں۔ سرکاری ملازم غالباً اتنی سمجھ سے تو محروم نہ ہونگے جتنی خدا نے " بیانا رام دین " کو عنایت فرمائی تھی۔

سچ پوچھیے تو برٹش حکومت کو ہندوستانیوں میں ایسے ہی سرگروہان نے بدگمان کیا ہے۔ وہ زمانہ ہیتوں کو اور ہو گا جبکہ انگریزی حکومت کے رعب بقول برنیئر بکلنا بکنی کا بھوڑا کسی تھی " لوگوں کو اپنے ایمان کی طرح انگریزی حکومت عزیز تھی۔ آج بھی اگرچہ وہ بوند کا چوکا گھڑے سے نکالنے سے خفت مٹا نہیں سکتا۔

گو زمانہ پھکڑ ہے طرز عمل بدلنے سے بگلا بیروں میں کمی ممکن ہے۔ بقول آپ کے اس وقت پارلیمنٹ منش صاحب لوگوں کی ضرورت ہے جو جنگ نما ہی کی جسکا عقدہ ہی ہے کہ ہمیں ہمارا عہد معاذی نکتہ چینیوں کی برشکانی سے پاک رہے۔ چاہیے مابعد سازشوں کا دوڑ بانکے خفیہ جتھے ادھر ادھر ہی بابم بازی ہو " اور یہ روش صحیح الدماغ برٹش مدبروں کے نزدیک غالباً دہش رکھنے کی مستحق ہوگی۔

تحفہ سال نو

" راستی "

جونپور سے ایک نیا ہفتہ وار پرچہ " راستی " نکلا ہے یہی وہ نادر چیز ہے جس کی مانگ دنیا میں گرد سا و رہائی نظر آتا ہے۔ سید حبیب حسن صاحب جونپوری سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر مرحوم اسکے مدیر ہیں اچھی اچھائی کرتے جریدہ نگاری ان کا شغل ہے۔ معتدل ادر تین آدمی ہیں امید ہے کہ زمانہ کے آثار چڑھاؤ سے بخوبی واقف ہونگے۔ " راستی " صدق کے مترادف ہے صدق " حق " کے مرادف ہے اور " الحق مر " ایک مشہور مقولہ ہے " سچ محبوب تو ہے لیکن ایسا محبوب جو اپنے عاشق کی گردن پر چوٹ کرنے کا عادی ہے۔ اسکے نخرے نرالے ہوتے ہیں کسی مدعی کا دعوی صداقت و راستی پر مبنی ہو تو وہ اکڑتا ہے کہ ہم سچے ہیں گر جب کسی مقدمہ میں یہی صاحب مدعا علیہ ہوں اور مدعی برسر حق و راستی ہو تو پھر نتیجہ کی تلخی کا ناچ نچا دیتی ہے " حق کے ساتھ " " تھو " کی نوبت آجاتی ہے۔ یہ نئے اخباری کا مذہ اور " الخبر یحتمل الصدق والکذب " ۔ جھوٹ بولے ہیں تو ائے گا سچ کہتے بن پڑے گی۔ پھر جو کہیں " صدق " میں افراط ہو گئی تو لے میرے بھائی لکھنؤ حکومت وقت کے بارے میں " سچا کہہ " منہ سے بمشکل نکلے گا اور بھانڈوں کے بچے کی طرح پیٹ ہی سے " زور گنگوا ہوتے " نہیں " بالمثل ای کی اسنک کر کسٹ بیٹ " بیٹے بغیر باہر آنے گا۔ بچڑی رکھے سو ٹوپیوں کو ان کے بارے میں بچی بات کہی اور شامت آئی۔

اب رہی " رضائے خدا " تو وہ صراط مستقیم (ایمانداری) پر پہونچ کے کام آئے تو آئے۔

خدا اس نام کی لاج رکھے۔ ان ہمارے دوست سید حبیب حسن کو اس تلخی کے برداشت کرنے کی توفیق دے۔ کہ وہ ساچ کو آنچ " نہ آنے پائے۔ لکھائی چھپائی صورت اور کفایت جونپور کے سے قریہ قوس شہر کے دیکھتے نہایت قابل تعریف ہے۔ نمونے کا نمبر شائقی تالیف " کا پتہ دیتا ہے۔

پیمانہ دہی ہے جو ہمدم کا ہے۔ قیمت سالانہ چار روپیہ سال نو کا یہ بھی تحفہ ہے۔ اور اچھا تحفہ ہے۔ پس کو نوامع الصادقین ختم۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ہلال اور ترسول کا ادغام

یہ خبر کسیقدر دلچسپ ہے کہ مسز ترسول جانے گی کہ مس گنگولی کی منگنی مسٹر آصف علی سے ہو گئی ہے اور عنقریب ہلال اور ترسول کا سنگم ہو جائے گا۔ " دولہ راضی تو کیا کرے گا قاضی " یہ تو ایک مبارک فال ہے کہ اب مذہبی تعصبات کرشن کے معاملے میں خلل نہیں ڈالتے مگر یہ شادی باعتبار مذہب کچھ زیادہ مستحکم نہیں ہے۔ کیا معنی کہ بنا کہتا ہے میں مسلمان ہی رہونگا اور بنی کہتی ہے ہندی اپنا مذہب چھوڑ نگی تاہم جسمانی اتصال ہو گا کامل۔ مگر قلبی اتصال میں اتنی سی جھری اور دراز باقی رہے گی کہ کبھی کبھی مذہب اپنی آنکھیں اسمیں لگا کے پکار اٹھے گا " تا "

مانا کہ دونوں اپنی عمر بھی طرح ہنسی خوشی اور محبت کے ساتھ گزار دیں۔ تعصب کی گرد آئینہ خاطر کو مکدر نہ کرے مگر شادی اور میراث دونوں خالص مذہبی مسئلے ہیں جو دو خاوند کے پلس مانس علی سے اگر چھوٹے چھوٹے آصف علی نکلے یا ننھی ننھی گنگولیاں

گل پڑیں تو ایسی تو ریٹ میں ملایان شرع جیل جنت
ضرور دکھائیں گے۔ سول میرج کا قانون تو بے شک
سول میرج کا قانون ابھی تک بنا نہیں گیا۔
والدہ بزرگوار مسلمان ہیں اور مسلمان رہیں گے
دریں حال شرع کی مداخلت کے واسطے دروازہ
پالوں پاٹ کھلا ہے۔ وصیت بھی اول تو عام
اسلام کے نزدیک وارث کے حق میں جائز نہیں
اور بہ فرض تسلیم ہو بھی تو ثلث پر جاری ہوگی۔
بہر حال ہمارے نزدیک عشق نے یہ کوئی اچھی
کارروائی نہیں کی۔ زندگی میں یوں کہہ دینا آسان
ہے سہ

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست

مگر مسلمانی پہ مرنے کی حالت میں مسلمانی درکار ہو جاتی ہے
خدا انجام بخیر کرے۔ اینجانب مس گنگولی کا
بھی بھلا چاہتے ہیں اور مسٹر آصف علی کے
بھی خیر خواہ ہیں۔

کانا مجھے بھائے نہیں کانے بن رہا جائے نہیں

یہ ایک مثل ہے مگر ہمارے دوست مولانا حسرت
نے اصل کر دکھائی آپ فرماتے ہیں کہ "نوزائیدہ لاغر
مسلم لیگ کے کان میں اذان دیتے وقت" حی
علی الکمیشن" کا کلمہ کسی کی زبان سے نہیں نکلا۔
یارو کمیشن کی اعانت نہ کرو تو اس سے کمیٹی بھی
نہ کرو میں کمیٹی کی تائید نہیں کرتا۔ اسلئے کہ ابھی تک
چھوٹے بڑے فرقوں نے کوئی سمجھوتا آپس میں نہیں
کیا ہے جو زبردست کی زبردست آزاری سے
دل مطمئن ہو جائے۔
مگر وہ شاید بھول گئے۔ نئی مسلم لیگ بالغ
اسی روح کو لیے ہوئے قائم ہوا ہے کہ کمیشن اس کی
چھٹی کا مہمان بنے۔ قوموں کے آپس میں سمجھوتا
اتنی جلدی؟ مثل ہے "موم بنے چون اڑے"
جن لوگوں نے کمیشن کے ورود اور کانگریس کے
مقاطعے کی خبر سنتے ہی "سمجھوتے" کی میت میں
نفخ روح فرما کے اعجاز عیسوی کا دعویٰ کیا ہے
وہ سمجھوتا ہونے اور جوتی پیزار کا بازار گرم ہونے ہی
کی بدولت لیڈر بنے۔ ممبر بنے۔ قومی سوداگر بنے ہیں
(اور شاید تونگر بھی ہو گئے ہوں) کھلا ہوا دعویٰ یہ
ہے کہ اگر سمجھوتا نہ ہو تو ہمارا وسیلہ اور حی علی الفلاح
کی بانگ لگانا ضروری ہے۔ تو بھائی حسرت آخر تم
ایسے اہل پٹنہ گروہ میں کس شفاعت کی امید پر گھسے
تھے۔ اخباری کاغذ میں اپنا عندیہ ظاہر کر دیا ہوتا۔
اختلاف رویت میں جو کیفیت ہوتی ہے کہ آج
سنیوں کی عید ہے کل شیعوں کی عید ہے یعنی
آج بھی عید ہے کل بھی عید ہوگی۔ آج بھی عید
نہیں کل بھی عید نہیں۔ اب وہی کمیشن صاحب کے
ورود مسعود پر ہوگی۔ جبر بھی کسر بھی گٹھ بھی
ملاپ بھی۔ نہ گٹھ نہ ملاپ۔ سمجھوتے کے مطالبے
کمیشن کا تعلق ہماری سمجھ سے باہر ہے کمیشن ہندو
ہے نہ مسلمان یعنی جواری کی کوڑی کی طرح نہ چت
ہے نہ پٹ وہ تو گھٹنے کے جوڑ پر منہ اٹھائے کھڑی ہوئی
ہے دست بریدہ مسلمان اور ہندو خواہ مخواہ "اے ترے
چھچے کے قربان اے ترے پنجے کے نثار" کہہ رہے
ہیں۔

بڑا غضب ہوا

آجکل اینجانب انتظامی مشکلات کی وجہ سے
مریر بادہ ہوتے ہیں اور تاریخ اشاعت کے بعد جو
مزے دار خبریں سننے میں آتی ہیں ان پر کچھ لکھنا
قبل از وقت سمجھا جاتا ہے۔ خیر یہ کو ہوتا ہی
رہے گا مگر ایک بڑا غضب ہو گیا۔
(بحوالہ ہمسر حقیقت) اب کمیشن کے ورود کی
خوشی میں ہڑتال نہ ہوگی کیوں؟ اس وجہ سے
کہ امین آباد پارک میں مجلس میلاد برپا کرنے کا
عقدہ ابھی تک حل نہیں ہوا۔ اور میلاد کمیٹی کے
جو اشتہار عام باشندگان شہر کے ہڑتالی جلسے
کے قبل گزرگاہوں پر چپکائے گئے تھے وہ
بقول راوی حقیقت "منشی سعید الرحمن صاحب
قدوائی نے پھاڑ ڈالے۔ لہذا اب چرچا تو یہی نہیں
اب مومنین کا ہے "اس گستاخی کا جواب
یہی ہے کہ ہڑتال نہ ہو۔ دوسری طرف کمیشن
میں کوئی ہندوستانی شریک نہیں کیا گیا ہندوستان
کی تذلیل ہوئی۔ تو ہم اس کا ٹھنڈے دل سے
استقبال کرینگے اسلئے کہ ہم ہٹ اور ہندو دونوں سے
ابھی تک چل رہی ہے۔ میلاد کمیٹی کے اشتہاری
کاغذ سعید الرحمن صاحب نے پھاڑ ڈالے تو ہم
ہڑتال نہ کرینگے اور تمام شہر کی مخالفت کرینگے۔
مبارک ہو اے انگریزی حکومت مبارک! ایا خدا
رکھے ایسے دل و دماغ کو تیرے لیے راوی چین
لکھتا ہے۔

المختصرات

ایک بی بی سے میاں خوش ہو کے بات نہ
کرتے تھے۔ اتفاقاً میاں نے گنڈیری چوس کے
چھلکا پھینکا۔ وہ اچھل کے بی بی پر جا پڑا۔ بی بی
نے خوش ہو کے اپنی ماں سے اس میل ملاپ کی
عمدہ تمہید کا ذکر کیا۔ اماں جان نہال ہو گئیں
ہمسائے میں کہتی پھرتی تھیں۔ "کھائی گنڈیری
پھینکا چھلکا تنک تنک میری بنو کا سہاگ
بڑھ رہا ہے"
ہمارے کونسل میں بھی ایک گنڈیری کا چھلکا
اوچھل کے بی اردو جان پر گرا وہ بھی پھولی
نہیں سماتیں اردو جان کی والدہ شریفہ کہتی
پھرتی ہیں اے شاد اب اردو میں بھی عرضی
وغیرہ لکھے جا سکتے ہیں تنک تنک میری بنو کا
سہاگ بڑھ رہا ہے۔"
خدا کی شان عالمگیر زبان اردو کی یہ نوبت
پہونچی!۔
جاڑے پالے بارش نزلے زکام نے ناک میں
دم کر دیا ہے "رند قدیم" صاحب نے "نزلہ کمشنر"
کا استعمال اس ہفتہ ملتوی رکھا۔ بہت انتظار
کیا گیا۔ خیر آئندہ اس مفید نظم کا آخری مختصر
حصہ شائع ہوگا۔

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کی تیار کردہ تیر بہدف ادویہ

دوائے مغز کنجشک

[illegible]
قیمت فی بکس
۲۰ خوراک (ے)

ماء اللحم عنبری دو آتشہ خاص الخاص

[illegible]
ومسرت وغیرہ کو دور کرتا ہے۔
فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)
تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس چاندی مفت

طلائے مسیحی

اعصاب کی تقویت میں بے نظیر ہے [illegible]
طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگوں نے
اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا
کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی [illegible]
سے رگیں خراب ہو گئی ہوں انکے واسطے
حکم اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ میں
اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسوں کی
امید کو بر لاتا ہے [illegible]
میں زود اثر دکھاتا ہے اور ایسی طاقت
بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔
قیمت فی شیشی
آٹھ روپیہ (عـہ)

حب یاقوت مقوی و ممسک

[illegible]
قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع
محصولڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس الاطبا سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار ہے

فرمائش کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے — منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ — فہرست کلاں مفت طلب فرمایئے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

[illegible]
بیت الشفا [illegible]

راقم
حکیم سید نجمی نواب بیت الشفا رگیا (بہار)

سچا ہمدم و دلی دوست

[illegible]
ویدشاستری جام بحر کا ٹھیاوار
ایجنٹ اندر جیت اینڈ کو چوک لکھنؤ

پری مہک تیل

[illegible]
مہنگا ہے اور آزمائش ہے
[illegible]
مختار احمد بجری مرچنٹ موجد ہے
[illegible]

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۲۶-۲۷ء

[illegible]
المشتہر۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو — [illegible]
[illegible]
دو فرنج میسری [illegible]
بال سدھا [illegible]

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال ہومیو آفس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ اندر جیت لکھنؤ
[illegible]

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا گوکی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے نمونہ سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت صراحت سے ابتدائے کتاب مین لکھدیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی باجہ یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کا میں اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایہ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ